Al-Qalam **القلم**
p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077
Volume:26, Issue:2, 2021; pp. 241-269

اُردو زبان کی ابتدا اور فروغ میں علما کا کردار

The Role of Scholars in the Origin and Development of Urdu Language

Dr. Tariq Majeed
Assistant Professor of Urdu, Govt Islamia Graduate College Chiniot, Pakistan

KEYWORDS

LANGUAGE, SPECIFICS, REVOLUTIONS, DETERMINE IGNORANCE, PARTICIPATED, EMINENT SCHOLARS, CONGREGATIONS, PREACHING

Date of Publication:
20-11-2021

ABSTRACT

There can be no definite talk about the birth and origin of language because it is not born at a specific time but comes into existence through a long process of social needs. But the language continues to develop under the influence of natural people and major social revolutions only determine its direction. He came and made his religious, cultural and cultural languages a means of expression. The stain of Urdu started to fall on the same day that the Muslims came to India and took up residence. Muslim relations in India begin several centuries ago. Sindh was occupied by Muslims since the first century. The Urdu language was definitely promoted by the Muslims in India, but when the first literary works were written in this language, there are layers of ignorance, due to which this matter is still in need of research. Participated in development and publication. The Sufis and eminent scholars held congregations for growth and guidance in this new language and made this language a means of preaching and thus Urdu began to spread in the surrounding areas.

تمہید:

زبان کی پیدائش اور ابتداء کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کی جا سکتی کیو نکہ یہ کسی وقتِ معینہ پر پیدا نہیں ہوتی بلکہ سماجی ضرورت کے طویل عمل سے وجود میں آتی ہے۔سماجی تقاضوں

کے تحت زبان میں تغیر و تبدّل کا عمل شعوری اور لا شعوری دونوں سطحوں پر جاری رہتا ہے۔ زبان کی نشوونما قدرتی عوامل کے تحت ہوتی ہے اور بڑے بڑے سماجی انقلابات صرف اس کی سمت متعین کرتے ہیں۔ اُردو کی ابتدا کو، برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے یہاں توطّن اختیار کرنے سے وابستہ کیا جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں نے یہاں آ کر اپنی دینی، ثقافتی اور تمدنی زبانوں کو ذریعہ اظہار بنایا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان پر ہمیشہ سے دوسری قومیں حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ قبل از مسیح وسطِ ایشیاء سے آریا قوم کا سیلاب اٹھا، جس نے شمالی ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس زمانے میں یہاں جو لوگ آباد تھے ان میں مختلف زبانیں بولی جاتی تھیں۔ تامل، اوڑیا، تلیگو ان میں مشہور زبانیں تھیں۔ آریاقد آور،خوش شکل اور بہادر تھے۔ انھیں اپنے حسب و نسب اور قبیلائی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ اپنی زبان پر بھی بڑا مان تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مفتوح قوم کے افراد ان کی زبانیں بولیں، چناں چہ انھوں نے کچھ قوانین، ضابطے اور قاعدے ترتیب دیئے اور اپنی زبان کو سنسکرت کا نام دے کر سب سے الگ اور اعلیٰ زبان قراردیا۔ اس نئی زبان کے الفاظ اور مخارج کچھ ایسے مشکل اور دقیق تھے کہ یہاں کے لوگوں کے لیے ان کی ادائیگی آسان نہ تھی،چناں چہ آریائی زبان سے سنسکرت کے مخارج اور تلفّظ، مفتوح قوم کی زبان پر آکر بدل گئے اور یہاں سے ایک نئی زبان نے جنم لیا جسے پراکرت کہا گیا۔ ایک عرصے تک سنسکرت علمی و تصنیفی زبان کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ پھر ایک ایسا دور آیا کہ یہ زبان عوام الناس کی زبان نہ رہی محض ادبی و مذہبی زبان بن کر رہ گئی جس کے نتیجے میں اسے زوال کا شکار ہونا پڑا۔ اس زوال کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں دو مذہبی رہنماؤں نے جنم لیا۔ مہاتمابدھ، بانی بدھ مت اور مہاویر سوامی، بانی جین مت۔ ان دونوں مذہبی رہنماؤں نے لاکھوں افراد کو متاثر کیا۔ ان دونوں کی بڑی خوبی یہ تھی

کہ انھوں نے اپنے اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو متوجہ کر نے کے لیے علاقائی اور مقامی زبانوں کا سہار ا لیا۔ اس طرح علاقائی زبانوں کو ترقی ملی اور سنسکرت کا دائرہ محدود ہوتا گیا۔ دوسری طرف ویدک مذہب کے رہنماؤں نے زبان کی حفاظت کے لیے ناروا سختی سے کا م لیا، تو اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود سنسکرت محدود سے محدود ترہو کر رہ گئی۔

۵۰۰ق م سے سن ۱۰۰۰ء تک پراکرت زبا نیں عروج پر رہیں۔علم و دانش، ادب و مذہب اور سرکار و دربار میں انہی زبانوں کا راج تھا۔ محققین السنۂ شرقیہ کے مطابق اس دور میں بیس سے زیادہ پراکرت زبانیں بولی جاتی تھیں۔ ان میں مہاراشٹری، مگداہی، سوراسنی، جین اور پالی بہت نمایاں زبانیں تھیں۔جب ان زبانوں نے ادبی شکل اختیار کی تو سنسکرت کی طرح زوال کا شکار ہوئیں اور عوام سے دور ہوتی چلی گئیں۔ ان زبانوں کو بھرنش یعنی بگڑی ہوئی زبانیں کہا گیا۔مسلمان جب افغانستان کے راستے سے برصغیر پر حملہ آور ہوئے تو وہ اپنے ساتھ فوج، علماء اور صوفیا کی ایک بڑی تعداد لائے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے مفتوحہ علاقوں میں لوگوں کو دینِ حق کی طرف لانے میں مقامی بولیوں سے بڑا کام لیا۔لوگوں کوانھی کی زبان میں وعظ و نصیحت کرتے۔ اس طرح بہت بڑی تعداد حلقۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ علمائے کرام کے عربی، فارسی اور ترکی کے علاوہ مقامی زبانوں کے انتخاب سے بہت سے دوسری زبانوں کے الفاظ مقامی زبانوں میں داخل ہوئے جس سے ان زبانوں میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ زندہ ہو گئیں۔ اس طرح مسلمانوں نے مقامی زبانوں کو اپنے مزاج سے ہم آہنگ کر کے اپنا لیا۔ مسلمان پنجاب میں تقریباً دو سو سال حکومت کر تے رہے۔ اس عرصے میں بعض مسلم شعراء نے ایک ایسی زبان میں شاعری کی جسے بعد میں اردو کی ابتدائی شکل کہا گیا۔اردو ترکی زبان کالفظ ہے اس کے معنی لشکر کے ہیں۔ اردو کو اُردُو اس لیے کہا گیا کہ یہ زبان مختلف زبانوں کے الفاظ کا

ایک بڑادفتر ہے۔اس میں ہندی، انگریزی، پرتگالی، عربی، فارسی، پنجابی وغیرہ زبانوں کا ایک بڑا ذخیرۂ الفاظ موجود ہے۔ان الفاظ کے اردو میں آنے اور جگہ پانے کی وجہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہاں پر مختلف لسانی اثرات کی آپس میں آمیزش ہے۔برصغیر پر جب پر تگالی حملہ آور ہوئے وہ اگرچہ اپنی مستقل جگہ نہ بنا سکے لیکن انھوں نے اپنے لسانی اثرات چھوڑے۔اسی طرح انگریزوں نے تقریباً دو سو سال یہاں حکومت کی اور انگریزی کو رائج کیا۔جس کے نتیجے میں سیکڑوں انگریزی الفاظ اُردُو میں داخل ہوئے۔

اسی طرح جب مسلمان محمد بن قاسم کی قیادت میں آئے تو ان کا تعلق عرب سے تھا۔مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ عربی زبان میں تھیں۔مسلمان علمائے کرام نے جب اپنے دین ومذہب کی ترویج و تبلیغ کی تو ان سب امور کے اردو زبان پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔مغل بادشاہ ہمایوں کے دور میں ایرانیوں کی برصغیر میں بڑی سُرعَت کے ساتھ آمدورفت شروع ہوئی۔اس عہد میں مغل بادشاہ خود فارسی بولتے تھے۔انھوں نے فارسی زبان کو سرکاری زبان کا درجہ دے رکھا تھا۔اس وجہ سے بھی فارسی زبان کے الفاظ اُردُو میں دَر ُآئے۔سندھی، بلوچی، پنجابی، پشتو، سرائیکی وغیرہ علاقائی بولیاں تھیں۔مسلمان فاتحین جب ان علاقوں میں آئے اور فاتح و مفتوح قوموں کے ملاپ سے نئی زبان اُردُو نے جنم لیا تو مفتوح قوموں کی مذکورہ زبانوں کے الفاظ بھی بکثرت اُردُو زبان کا جزو بن گئے۔مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اُردُو نے فاتحین اور مفتوحین دونوں قوموں کے لسانی اثرات قبو ل کیے او ر دونوں اطراف سے وسیع ذخیرۂ الفاظ کو اپنے دامن میں سمویا۔اپنے دعوے کے اثبات کے طور پر انگریزی، عربی، فارسی، سندھی اور ہندی الفاظ کی الگ الگ ایک مختصر فہرست درج کرتے ہیں جو کہ اُردُو زبان کا جزو بن چکے ہیں۔انگریزی زبان سے اُردُو زبان میں کثیر تعداد میں الفاظ

منتقل ہوئے۔ مثلاً ایکسیڈنٹ، چرچ، ڈیڈی، مام، اسکول، کالج، یونی ورسٹی، بکنگ، ایڈیشن، ایڈووکیٹ، ایڈوانس، ایجنٹ، پکچر، پلیٹ فارم، پنسل، پنشن،پوسٹ،پوسٹ ماسٹر،پریس، پولنگ،پولیٹیکل ایجنٹ،پولیس،ٹیکس، ٹوتھ پیسٹ، ٹیکسٹائل، ٹیکنالوجی، ٹیلر، ٹیوب، ٹیوشن، سیکنڈری اسکول، جاب، جرنلزم، جرنیل، جرنل، جسٹس، جگ، جنکشن، ڈاک، ڈائریکٹر، ڈائریکٹری، ڈائننگ ہال، ڈسچارج، ڈسپیچ، ڈسکاؤنٹ، ڈکشنری، ڈکٹیٹر، ڈینٹل سرجن، رپورٹ، رف، رجمنٹ، رول نمبر،ریجن، ریڈیو۔ ریکارڈر، ریگولر، ریونیو، سائنس، سسٹم، ساؤنڈ، آفس، سب آفس، ہیڈ آفس، ایڈیٹر،ا سکالر، اسکالر شپ، فارم، فارن آفس، بنک، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، سول جج، سیشن جج، لیکچرر، پرنسپل، ہیڈ ماسٹر، کاپی،کارڈ،اسکیم، کاربن، کیش، کیٹلاگ، لاؤڈ سپیکر، ڈاکٹر، ڈسپنسر، لائبریری، لِسٹ، لوکل، لائن،لینڈ، مڈل، ملٹری، نوٹیفکیشن، واٹر، ہیرو، یونیفارم، ہیلتھ، وغیرہ وغیرہ۔عربی الفاظ بھی اُردو زبان کا حصہ بن گئے اور اُردو میں مستعمل ہوئے۔چند الفاظ درج ذیل ہیں۔اللہ تعالیٰ، نبی، رسول، قرآن مجید، قیامت، محشر، ملائکہ، فلک، جبل، ایمان، اسلام، قلم، کتاب، علم، نور، صلوٰۃ،صوم، بصیرت، قدر، شریف، رذیل، اعلیٰ، ادنیٰ، خلیفہ، دارالحکومت، فاضل، کا مل، عالم، علامہ، جاہل، کریم، رحیم، قناعت، سخاوت، شجاعت، صبر، حدیث، مخبوط الحواس، مذہب، انشاء اللہ، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، صحیح، غلط، کرسی، حیا، نظافۃ، دین، عقل، بحث، نصیحت، تلاوت، حج، خبر، حساب، جزا، طلب، قیاس، ا ضطرار ،ا ضطراب، مقدور، تخلیہ، تخلیق، تخصیص، تخفیف، تناسل، تذکیر، توہین، تذلیل، تدفین، تدریس، تعلیم، ترتیل، ترغیب، تسبیح، تسہیل، تشخیص، تشکیک، تصویر، جراحت، جرائد، جرس، جرح، جرم، تفریق، تفتیش، تفصیل، تفسیر، تلمیذ، مجاہدہ، مجادلہ، مناظرہ، مباہلہ،قلب، یوم، لیل، شجر، رحم، رحلت، رحمان، اکرام، انعام، انتظام، صیقل، ضعف، ضلالت، یقین، یتیم، ید طولیٰ، نسبت، نفس،

وطن،وعدہ، ہوا، ہمت، فارغ، فاسد، کتبہ، قتال، طوفان، طلسم، طفل، طلوع، طیارہ، عدم، عذاب وغیرہ۔فارسی الفاظ کے ذخیرۂ میں سے چند الفاظ بطور مثال جو اردو زبان میں عام طور سے بولے جاتے ہیں۔ لبادہ، چوغہ، قبا، آستین، گریباں، پاجامہ، شال، دسترخوان،شیر مال، فرنی، آتش، جستجو، گفتگو، بازی، برسبیلِ تذکرہ، برداشت، برحق، برآمد، بر انگیختہ، بَر، پارینہ، کہ ومِہ، یکم، دوم، سوم، نشست وبرخاست، برسرِ مطلب، بوستان، گلستان، برادر، ایں چیست، درخورِ اعتناء وغیرہ۔

اردو میں سندھی زبان کے بھی بیسیوں الفاظ شامل ہیں جیسے گلاب، سنبل، ریحان، سیب، بادام، انار، انگور، منقیٰ، پلاؤ، بریانی، زردہ، شیر، شوربا، قاقم، چمچہ، دیگچی، کفگیر، رکابی، وغیرہ۔اردو زبان میں پنجابی زبان کے سیکڑوں الفاظ موجود ہیں اس لیے کہ مسلم فاتحین نے افغانستان سے آکر پنجاب کو پہلے فتح کیا اور یہاں تقریباً دو سو سال حکومت کرنے کے بعد دوسرے علاقوں کا رخ کیا تھا اس لیے اردو میں پنجابی زبان کے الفاظ نسبتاً زیادہ شا مل ہیں۔مثلاً اونٹ، اونٹنی، مغل، مغلانی، فقیر، فقیرنی، میراثی،میراثن، تیلی، موچی، جوگی، جوگن، موچن، گھوڑا، کتا، مکھی، اسّی، نوّے،سَو، نانا، نانی، نشانی، بھنگ، کچا، پکا، کھٹا، جھوٹ، سچ، انڈا، چکی، پسلی، لکڑی، کنکر، پَھل، دکان، بڈھا، پھتر، کھچڑی، چکی، لکڑی، اچھا، پکنا، کندھا، مچھر، وغیرہ وغیرہ۔اردو زبان میں شامل چند ہندی الفاظ کچھ یوں ہیں۔ آڑھت، آس، آسن، آگ، آن، آم، آنچل، آندھی، آنکھ، آہٹ، الٹنا، الگ، اوندھا، اینٹ، بارات، شالا، چیتھڑا، جگ، بھنگ، بیل، ٹکسال، چول، چونچ، دھرم، دھرم پتنی، ماتا، سادھو، سارنگی، شاستر، شودر، اوندھنا، بیسن، اڑنگا، اڑنا، وغیرہ۔اردو کی ابتدا کے متعلق عام طور پر چار نظریے زیادہ اہم ہیں (اول) اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی (دوم)اردو کی ابتدا سندھ سے ہوئی (سوم) اردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی۔(چہارم) اردو کی ابتدا

دوآبہ گنگا جمنا سے ہوئی۔ نصیر الدین ہاشمی اُردُو زبان کا سراغ دکن میں لگاتے ہیں۔ اِن کے نزدیک ساحل مالا بار عربوں کی تجارت، مسلمانوں کی آمد اور ان کے میل جول سے اُردُو زبان کی ابتدا ہوئی۔ آٹھویں صدی میں عرب مسلمانوں کی کثیر تعداد تجارتی اغراض سے سمندر پار کر کے ہندوستان پہنچی اور ساحل مالا بار توطّن اختیار کیا۔ یہاں سے مسلمان تاجر تمام ملک میں نقل مکانی کرتے رہے۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ اسی ہندو مسلم میل جول کی وجہ سے ایک زبان بن گئی۔ یہ تحقیق زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ہے کیوں کہ اردو ایک آریائی زبان ہے اور ان عرب مہاجرین میں سے اکثر نے ایسی سرزمین کو اپنا وطن بنایا جہاں دراوڑی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ قدیم عربوں کے مہاراشٹر میں قیام اور میل جول سے اگر زبان پیدا ہوئی تو وہ مہاراشٹر اور عربی عناصر پر مبنی ہوتی حالاں کہ اُردو زیادہ تر فارسی سے متاثر ہوئی ہے نہ کہ عربی سے۔ اُردو زبان پر اثرات فارسی زبان کے ذریعے پڑے ہیں۔ عربی نے اُردو کو براہِ راست متاثر نہیں کیا۔

دوسرا مقام جہاں مسلمان مقیم ہوئے وہ سندھ تھا۔ یہاں بھی مسلمان سمندر کے راستے سے آئے۔ یہاں پر ان کے آنے کا مقصد صرف تجارت ہی نہ تھا بلکہ ان مقبوضہ علاقوں کو وسعت دینا تھا۔ مسلمان سندھ میں تقریباً چار سو سال تک بالواسطہ یا براہ راست نشوو نما کرتے رہے۔ اس عرصے میں انھوں نے ایک نئ زبان کی بنیاد ڈالی جو کہ اردو تھی۔ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کہ اس زمانے میں عربی میں ہندی کے بہت سے اصلاحی الفاظ ادویات اور خوشبووں کے نام داخل ہوئے۔ اس کا قدرتی نتیجہ تھا کہ سندھ اور ملتان میں دیسی بولیوں کے ساتھ عربی اور فارسی کا میل جول بڑھتا رہا ہو اوریوں ایک نئ زبان کا ہیولیٰ تیا ر ہوا ہو۔ مسلمانوں کی عربی فارسی سب سے پہلے ہندو ستان کی جس دیسی زبان سے مخلوط ہوئی وہ سندھی اور ملتانی ہے۔ پھر

پنجابی اور بعد ازاں دہلوی، سندھی پر اس اختلاط کی شہادت آج بھی اس طرح نمایاں ہے۔اردو کی طرح سندھی بھی عربی و فارسی زبان سے گراں بار ہے، اور سندھی زبان کارسم الخط آج بھی عربی نسخ ہے۔سندھی، ملتانی اور پنجابی آپس میں ملتی جلتی زبانیں ہیں۔تینوں میں بہت سے الفاظ کا اشتراک ہے۔موجودہ اُردو اپنی بولیوں کی ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ شکل ہے۔اُردو کاآغاز ان بولیوں میں عربی اور فارسی کے ملاپ سے ہوا اور آگے چل کر دہلی کی بولی،(جسے دہلوی کہتے ہیں) سے مل کر معیاری زبان بن گئی۔پھر یہی دہلوی زبان ملک کے دوسرے صوبوں میں پھیل گئی۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنا نظریہ "پنجاب میں اُردو" پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ پنجابی اور اُردو دونوں ایک ہی اصول کے تحت لسانی اور نحوی ارتقاء کی حامل ہیں۔اردو پنجابی زبان میں اشتراک ہے۔محمود شیرانی کے نزدیک جب غوریوں نے غزنی پر قبضہ کر لیا تو محمود غزنوی کی اولاد اپنے شرقی علاقے پنجاب میں منتقل ہوگئی اور تقریباً پونے دو سو سال ان کی یہاں براہ راست حکومت رہی۔اس دوران مسلمان علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی تبلیغ سے ہندوستان کی کثیر آبادی نے اسلام قبول کیا۔ہندوستانی مسلمان پنجابی بولتے تھے لیکن مذہبی اور تہذیبی تعلق کی وجہ سے وہ فارسی بولنے والوں سے تعلق پیدا کرنے پر مجبور تھے چناں چہ اسی ربط کا نتیجہ اُردو زبان کے آغاز کی صورت میں ظاہر ہوا۔حافظ محمود شیرانی نے اپنے نظریے کی تائید میں کئی پنجابی اور اُردو مماثلتیں، مشابہتیں اور لسانی شہادتیں بھی پیش کی ہیں۔جیسے مصدر کا قاعدہ اردو اور پنجابی زبان میں ایک ہے یعنی علامت "نو" کو ترک کر دیا گیا۔مثلاً سیں،کوں، ستیں وغیرہ بعد میں سے، کو اور سیتی بن گیے۔اسی طرح تذکیرو تانیث کے قواعد دونوں زبانوں میں ایک ہی یعنی (الف) ایسے الفاظ جو "الف" پر ختم ہوتے ہیں۔تانیث کی حالت میں

"ی" پر ختم ہوتے ہیں۔ مثلاً بکرا بکری، گھوڑا گھوڑی، لڑکا لڑکی، کالا کالی، موٹا موٹی وغیرہ (ب) جب اسمِ مذکر حروف علت کے سوا حروفِ صحیح پر ختم ہو تو دونوں زبانوں میں تانیث کے لیے "نی" یا "انی" کا اضافہ کر دیا جا تا ہے۔ مثلاً ماچھی، مچھانی۔ مغل، مغلانی۔ سہارن، سہارنی۔ وغیرہ اسی طرح اگر مذکر "ی" پر ختم ہو تو مو نث میں "ی" نون میں بدل جاتی ہے جیسے دھوبی، دھوبن۔ میراثی، میراثن۔ بھائی، بہن وغیرہ۔ پنجابی میں نفی کے وہی کلمے آتے ہیں جو ایک زمانے میں اُردو میں مستعمل تھے۔ مثلاً نہ، نا، ناں، نہیں، نیں، ناہی، ناہیں وغیرہ۔ مستقبل بنانے کا اصول پنجابی اور اُردو زبان دونوں میں ایک ہے یعنی واحد کے ساتھ گا اور جمع کے ساتھ گے کے اضافے سے مستقبل بنتا ہے۔ فعل تذکیرو تانیث اور واحد و جمع میں اپنے فاعل کے مطابق بنتا ہے۔ شیر آیا۔ ہرنی آئی وغیرہ۔ حافظ محمو د شیرانی کی تحقیق کے مطابق اردو اس وقت بنا شروع ہوگئی تھی، جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا اور شمال مغربی سرحد سے مختلف قومیں ہندوستان میں داخل ہونا شروع ہوئیں۔ انھوں نے اس ملک کی اس زبان میں (جو پنجاب میں بولی جاتی تھی) اپنی زبانوں کے الفاظ داخل کیے اور وہ چوں کہ ملتانی اور لہندا تھی اس لیے اُردو بنیادی اعتبار سے پنجابی ہی ہے، جس کو دہلی پہنچ کر سرکارو دربار کے تعلق کی وجہ سے موجودہ شکل نصیب ہوئی۔

اردو زبان کے چوتھے نظریے کے مطابق زبانِ اردو کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب محمد غوری نے دہلی کی سلطنت فتح کی، اور اس کے بعد اس حصہٴ ملک میں طویل عرصے تک مسلمان خاندان حکمران رہے۔ کچھ محققین کی رائے ہے کہ اردو دہلی میں فارسی اور ہندی سے میل جول کا ایک فطری نتیجہ ہے۔ نیز محمد تغلق کی فوجیں اس زبان کو دکن لے گئیں۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری اور پروفیسر مسعود حسن خان کی رائے ہے کہ اُردو کا جائے مولد نواحِ دہلی ہے۔ آغازِ

اسلام سے پہلے پر اکرت میں فارسی الفاظ موجود تھے جو صرف پنجاب تک محدود نہ تھے۔اردو پنجاب میں پیدا ہوئی اور اس کی تشکیل میں ہندو مسلم دونوں نے حصہ لیا البتہ اس کو ادبی حیثیت دہلی میں حاصل ہوئی۔دہلی سے اردو دکن میں پہنچی۔دکن میں فارسی زبان کا غلبہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترقی کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔مندرجہ بالا چاروں نظریات کو ہم مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اردو کی ابتدا ہندوستان کے ہر حصے سے ہوئی۔ساحل مالا بار، سندھ، پنجاب، دوآبہ نے اُردو کی تخلیق میں کم وبیش حصہ لیا ہے۔اردو زبان زمانے کی صحیح پیداوار ہے۔ضروریاتِ زمانہ نے اس کی نشرو اشاعت کی، لیکن سوسائٹی، ماحول، معاشرتی اور جغرافیائی اختلافات کی وجہ سے دکن دو آبہ اور پنجاب کی اردو میں نمایاں فرق پیدا ہو گیا۔ برصغیر پاک و ہند قوموں، تہذیبوں اور زبانوں کا ایک بہت بڑا عجائب گھر ہے۔یہاں متعدد زبانیں رائج ہیں۔ان زبانوں کو صوبائی درجہ حاصل ہے، لیکن اردو ایک عالم گیر زبان ہے۔اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔پنجاب اور مدراس کی اُردو، کلکتہ اور بمبئی کی اُردو، گجرات اور دکن کی اُردو یہاں تک کہ لکھنو کی اُردو اور دہلی کی اُردو میں نمایاں فرق ہے،لیکن یہ فرق لب ولہجہ روزمرہ اور محاورہ وغیرہ پر مبنی ہے،اور اسے بنیادی درجہ حاصل ہے۔زبان کوئی مصنوعی چیز نہیں ہے جو کسی شخص یا گروہ کی کوشش کا نتیجہ ہے۔زبان ایجاد نہیں کی جاتی بلکہ خود بخود پیدا ہوتی ہے اور ماحول و زمانے کے مطابق بنتی بگڑتی رہتی ہے۔زبان ایک معاشرتی سمجھوتہ ہے۔ اس کے ذریعے لوگ ایک دوسرے کے خیالات و جذبات سے آگاہی حاصل کر تے ہیں۔ معاشرتی زندگی میں انسان زبان کا محتاج ہے۔یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ جس قسم کے اہلِ زبان ہوں گے ویسی ہی زبان ہوگی۔وہ اپنے بولنے والوں کی ذہنیت و رجحانات کا آئینہ دار ہوتی

ہے۔ اردو جس دور میں پیدا ہوئی اور جس ماحول میں اس نے پرورش پائی اس کی ہر جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

ابتدائی زمانے میں اردو نثر کا رجحان مذہبی تھا۔ صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے تبلیغِ مذہب اور دین کی اشاعت کے سلسلے میں اردو نثر نویسی پر توجہ دی۔ گویا بزرگانِ دین کی گود میں اردو نثر کی پرورش ہوئی اس لیے قدیم کتب زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ طرز کی ہیں۔ اردو زبان کی ابتدااور ارتقاء میں صوفیائے کرام کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اردو کے ارتقائی سفر کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ محققینِ اردو کے نزدیک قدیم اردو نے پنجاب میں جنم لیا۔ غزنوی دور میں جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر پے درپے حملے کیے تو اُس وقت پنجاب میں ایک نئ زبان کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس زبان کا اگرچہ کوئی نمونہ محفوظ نہیں رہا تاہم مسعود سعد سلمان کے ہندوی دیوان کا ذکر محمد عوفی اور امیر خسرو کے ہاں ملتا ہے امیر خسرو اور مسعود سعد سلمان دونوں کا کلام قدیم ترین اردو کے بہترین نمونے ہیں۔ پونے دو سو سال کے اس عرصے میں اگرچہ زبان میں پختگی کا آنا ممکن نہیں، تاہم مخلوط بولی کے خدوخال لازماً ابھر آئے ہوں گے، اور یہی بولی فاتحین کے ساتھ اپنی اگلی منزل کی جانب روانہ ہوئی۔

مسلمان فاتحین ۱۱۹۳ء میں دہلی اور اس کے گردونواح میں آئے تو یہی علاقے اردو زبان کی دوسری منزل قرار پائے۔ اس وقت مسلم فاتحین کی حکومت پنجاب سے لے کر بنگال تک پھیلی ہوئی تھی اور دہلی اس سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ دہلی اور اس گردونواح میں مختلف بولیاں (برج، کھڑی، ہریانی، راجستھانی) بولی جاتی تھیں۔ اس لیے ماہرِ لسانیات دہلی کو مختلف بولیوں کا مقامِ اتصال قرار دیتے ہیں۔ یہ بولیاں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں۔ اردو کے لیے یہ منزل نامانوس نہ تھی اس لیے اردو زبان نے یہاں خوب نشوونما پائی۔ علاؤالدین خلجی کے ساتھ

مسلمان فاتحین کے قدم جنوبی ہند کی طرف بڑھے۔اُن کے ساتھ اس مخلوط زبان نے بھی اپنی تیسری منزل حیدر آباد دکن کا رُخ کیا۔سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۷ء میں دہلی کی بجائے دولت آباد کو دارالخلافہ بنایا تو دہلی کی تقریباً کثیر آبادی حکماً وہاں منتقل ہو گئی۔اس طرح اُردو بولنے والوں کی ایک بڑی تعداد دکن میں آ بسی اور وہاں اُردو کی نشوونما اور ترقی کے لیے سازگار ماحول پیدا ہو گیا۔اُردو زبان کے ارتقاء کی چوتھی منزل سترھویں صدی عیسوی کے اواخر میں اس وقت شروع ہوئی جب اورنگ زیب عالم گیر نے دکن کی عادل شاہی اور قطب شاہی سلطنتیں ختم کر کے دہلی اور اورنگ آباد میں ربط و ضبط پیدا کیا۔شمال اور جنوب کی اس یک جائی کے نتیجے میں تقریباً ساڑھے تین سو سال کے بعد دکنی اُردو او ر شمالی اُردو کا ملاپ ہوا، اور انھیں اپنے لسانی اختلافات کا بھی اندازہ ہوا۔دکنی اُردو میں شعری و ادبی روایت کا بیش بہا سرمایہ جمع ہو چکا تھا جب کہ شمال میں یہ زبان ابھی بولی کے مرحلے سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔ اس زمانے میں عبدالواسع ہانسوی نے فائدہٴ عام کی خاطر اُردو کی پہلی لغت "غرائب اللغات" کے نام سے لکھی۔اس لغت میں ہر یانوی لہجہ غالب تھا۔بعد میں سراج الدین علی خان آرزو نے ۱۷۵۱ء میں اسے "نوادر الالفاظ" کے نام سے مرتب کیا اور میر عبدالواسع ہانسوی کے قصباتی لہجے کی بجائے اس میں شہری لہجے (اردوئے معلی یا زبانِ شاہ جہاں آباد) کو اہمیت دی۔ سراج الدین علی خان آرزو، شاید گوالیار مُو لّد ہونے کی وجہ سے گوالیاری کو افصح السنہ قرار دیتے ہیں۔اس کے بعد وہ زبانِ اُردو یا اصطلاح شاہ جہاں آبادکو اہمیت دیتے ہیں۔اورنگزیب عالم گیر کے عہد میں دکن اور اورنگ آباد کو شعری و ادبی مرکز کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔اس شہر کو شمال اورجنوب والوں کے ملاپ کاایک مرکز کہا جا سکتا ہے۔۱۷۰۲ء میں ولیؔ کا دیوان شمالی ہند پہنچاتو ولی کے تتبع میں اُردو غزلیں کہنے کا ایک عام رجحان پیدا ہو گیا جس نے

بڑھتے بڑھتے ایک شعری تحریک (ایہام گو شعراء کی تحریک) کی صورت اختیار کر لی۔ ادبی تخلیقات کے ساتھ ہی زبان میں شعری تصرفات کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد میں خانِ آرزو اور مظہر جانِ جاناں کی رہنمائی میں اصطلاحِ زبان کا سلسلہ شروع ہوا۔اردو زبان کی یہ منزل ہی درحقیقت وہ نقطۂ ارتقاء ہے جہاں سے جدید اردوّیت کی تحریک شروع ہوئی اورزبان کا معیار شہری اور اشرافی ادبی مذاق کے مطابق بننا شروع ہوا۔ اصلاحِ زبان کی یہ تحریک امام بخش ناسخ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں بامِ عروج پر پہنچی۔اس طرح اٹھارویں صدی کے آخر تک اُردو ایک شستہ ورفتہ زبان بن گئی۔اردو برصغیر کی ایک اہم زبان ہے لیکن اس کی تاریخ پر ابھی تک دبیزِ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ بعض محققین نےؔ اس زبان کا عہد وار تحقیقی جائزہ، زبان سازی کے قواعد و ضوابط کی روشنی میں لیا اور اس نتیجے تک سائنسی انداز میں پہنچنے کی کوشش کی، کچھ نقادوں نے مسئلے کو زیادہ گہرائی سے جانچے بغیر اردو کی ابتدا اور ارتقاء کا تعین کر دیا۔اس سلسلہ میے چند نقاد اور محققین کے نظریات کاجائزہ لیتے ہیں۔

"ہماری اردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے لیکن وہ ایسی زبان نہیں کہ دنیا کے پردے پر ہندوستان کے ساتھ آئی ہو۔اس کی عمر آٹھ سو برس سے زیادہ نہیں اور برج کا سبزہ زار اس کا وطن ہے۔اسے فقط شاہ جہان کا اقبال کہنا چاہیے کہ یہ زبان خاص و عام میں اس کے عہد سے منسوب کی گئی۔" (۱)

حافظ محمود شیرانی کی کتاب"پنجاب میں اردو" ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی جس میں تاریخی عوامل، لسانی تجزیے اور داخلی شواہد کی اساس پر لکھا گیا کہ

"اردو کی داغ بیل اسی دن پڑنا شروع ہوگئی تھی جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر توطّن اختیار کیا۔۔۔۔۔۔۔سندھ میں مسلمانوں اور ہندووں کے اختلاط سے اگر کوئی نئی زبان

بنی تھی تو غزنوی دور میں،جو ایک سو ستر سال پر حاوی ہے، ایسی مخلوط یا بین الاقوامی زبان ظہور پذیر ہو سکتی ہے۔ اردو چوں کہ پنجاب میں بنی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ یا تو موجودہ پنجابی کے مماثل ہو یا اس سے قریبی رشتہ دار ہو۔ بہرحال قطب الدین ایبک کے فوجی اور دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان لے کر روانہ ہوتے ہیں جس میں خود مسلمان قومیں ایک دوسرے سے تکلم کر سکیں۔" (۲)

ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ کے نزدیک

"اردو اسی زبان سے مشتق ہے، جو بالعموم نئے ہند آریائی دور میں اس حصۂ ملک میں بولی جاتی تھی جس کے ایک طرف عہدِ حاضر کا شمال مغربی صوبہ ہے اور دوسری طرف الہ آباد ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اردو اس زبان پر مبنی ہے جو پنجاب میں بارھویں صدی عیسوی میں بولی جاتی تھی۔" (۳)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اردو زبان کا فروغ و ارتقاء ہندوستان کی تاریخ کے ساتھ وابستہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ

"مسلمانوں کے ساتھ یہ زبان جہاں جہاں پہنچی وہاں علاقائی اثرات کو جذب کر کے اپنی شکل بناتی رہی۔ اس کا ایک ہیولا سندھ اور ملتان میں تیار ہوا۔ پھر یہ لسانی عمل سرحد اور پنجاب میں ہو اجہاں سے تقریباً دو صدی بعد یہ دہلی پہنچا اور وہاں کی زبانوں کو جذب کر کے اور ان میں جذب ہو کر سارے برعظیم میں پھیل گیا۔" (۴)

ڈاکٹر مسعود حسن خان نے اردو کی ابتداء پر تحقیقی کا م کیا تو نواحِ دہلی کی بولیوں پر زیادہ توجہ مرکوز کی اور خیال ظاہر کیا کہ

"اردو کی ابتدا کے سلسلے میں تحقیق کا دروازہ یہیں بند نہیں ہو جاتا۔ پروفیسر شیرانی نے دہلی کی قدیم زبان کے متعلق محض قیاس آرائی سے کام لیا ہے اور ہریانی زبان کو اردو کی قدیم شکل کہہ کر چھوڑ دیا ہے حالاں کہ یہ حقیقت ہے کہ سلاطین دہلی کے لشکر میں اور شہر کے بازاروں میں ہریانہ علاقے کی آبادی کا عنصر ہمیشہ زیادہ رہا ہے لہٰذا اردو کی ابتدا پر کام کرنے والوں کی توجہ نواح دہلی کی بولیوں پر مرکوز ہونی چاہیے۔ ساتھ ساتھ ہمسایہ بولیوں پنجابی، برج بھاشا اور راجستھانی پر بھی نظر رکھنی پڑے گی۔" (۵)

ڈاکٹر سہیل بخاری نے یہ نظریہ پیش کیا کہ

"اردو کی کہانی اتنی ہی پرانی ہے جتنی دراوڑی تہذیب۔ اردو سنسکرت سے الگ تھلک اور آزاد ٹھیٹھ ہندوستانی یا دراوڑی بولی ہے جو جنم جنم سے اس دیس میں بولی جارہی ہے۔" (٦)

اردو کا لفظ اصلاً ترکی ہو یا سنسکرت سے ماخوذ ہو، اس جگہ ہمیں اس بحث سے زیادہ تعلق نہیں ہے لیکن اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ خاص زبان کے معنی میں یہ لفظ بدیسی نہیں ہے۔ دوسری مقامی زبانوں کی طرح اردو نے بھی ہندوستان و پاکستان ہی کے علاقوں میں جنم لیاہے۔ یہیں پروان چڑھی ہے اور ہندو مسلم تہذیب کے

ا تصال کی یادگار ہے۔ پروفیسر محمود شیرانی کے الفاظ میں:۔

"ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ زبان ہندوستان میں مسلمانوں کے داخلے اور توطن گذینی کا نتیجہ ہے اور جوں جوں ان کی سلطنت اس ملک میں وسعت اختیار کرتی گئی، یہ زبان بھی مختلف صوبوں میں پھیلتی چلی گئی۔" (۷)

ڈاکٹر ابو للیث صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"اردو ایسی زبان نہیں جسے مسلمان اپنے ساتھ عرب، ایران، افغانستان یا ترکستان سے لائے ہوں، نہ یہ ایسی زبا ن ہے جو یہاں پہلے سے موجود تھی، اور مسلمانوں نے اپنی عربی، فارسی یا ترکی چھوڑ کر اسے اختیار کیا ہو، بلکہ یہ ہندووں اور مسلمانوں کے میل ملاپ، آو یزش و آمیزش اور ربط و ارتباط کا نتیجہ ہے۔" (۸)

مولوی عبدالحق اردو کے بارے میں اپنی تحقیق کو یوں آگے بڑھاتے ہیں کہ:۔

"اردو کی ترویج و اشاعت میں مسلمان حکمرانوں نے براہ راست کوئی حصہ نہیں لیا۔مسلمان جب فاتحانہ حیثیت سے ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔وہ اپنی مادری زبانیں یعنی عربی، فارسی اور ترکی ساتھ لائے تھے لیکن حکومت کے ساتھ استحکام صرف فارسی کوحاصل ہوا۔سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں وہی مروّج رہی اور ہر قسم کی تحریرو تقریر میں اسی سے کام لیا جاتا رہا البتہ معاشرتی اور کاروباری ضرورتوں کے تحت روزمرہ کی گفتگو میں، مسلمانوں کو دیسی الفاظ اور ہندووں کو فارسی الفاظ استعمال کرنے پڑتے تھے۔زبانوں کے اس اختلاط اور عوامی تقاضوں کے نتیجے میں ایک گم نام اور بے نام بولی وجود میں آگئی اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک شائستہ اور مستقل زبان بن گئی۔" (۹)

اردو کی داغ بیل اسی دن پڑ نی شروع ہو گئی تھی جس دن سے مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر تو طّن اختیار کر لیا تھا۔ مسلمانوں کے تعلقات ہندوستان میں کئی صدی پیشتر ابتدا پاتے ہیں۔ ہمارے مورخ عربوں کی فتح سندھ و ملتان اور غزنوی خاندان کی فتح پنجاب کومطلقاً فراموش کر جاتے ہیں۔سندھ پر مسلمان پہلی صدی سے قابض تھے۔پنجاب پر ان کا قبضہ معزالدین محمد سام کی آمد سے ایک سو ستر سال پہلے سے تھا۔سندھ و پنجاب میں ہندو مسلم اقوام سب سے پہلے ملتی جلتی ہیں اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ ان دونوں قوموں کو ایک مشترکہ زبان کی

ضرورت محسوس ہوئی جس سے اردو زبان نے پھلنا اور نشوونما پانا شروع کیا۔اردو زبان بین الاقوامی ضروریات کے تحت وجود میں آئی لیکن بہت جلد وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی زبان بن گئی۔ مسلمان سپاہی، دست کار، پیشہ ور، مزدور، فقیر، درویش، مسافر کا اس زبان نے ہاتھ پکڑا۔ دکن، گجرات،بنگال اور بہار وغیرہ جہاں بھی یہ لوگ گئے،زبان ان کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی رہی۔ ابتدا میں یہ عوام اور غیر تعلیم یافتہ طبقے کی زبان تھی، بعد میں اس کی ہر دل عزیزی دیکھ کر تعلیم یافتہ طبقے نے بھی اس طرف توجہ مبذول کی۔سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۴ہجری میں لاہور پر قبضہ کر کے پنجاب کو اپنی قلم رَو میں شامل کر لیا۔اس شہر کو اپنے والی کا صدر مقام بنایا جس کے ماتحت فوج کی کثیر تعداد رہتی تھی۔ ان مفتوحہ علاقوں کو مختلف اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا تھا جیسے جالندھر، جہلم،ملتان، سندھ وغیرہ۔ سپاہ میں زیادہ تر تُرک افغان، خلج اور ہندی تھے۔ الغرض محمود غزنوی کے عہد میں ہی مسلمانوں کی کثیر تعداد پنجاب میں آباد ہو گئی تھی۔ غزنوی سلطنت اگرچہ ایران و خراسان میں سلجوقیوں کے بڑھتے ہوئے عروج کے سامنے اپنے مقبوضات یکے بعد دیگرے کھو رہی تھی،لیکن ہندوستان میں ان کی طاقت ترقی پر تھی۔ مسلمانوں کی یہ کثیر تعداد(جو تجارت فوجی و سرکاری خدمت کی غرض سے پنجاب میں ان ایام میں آباد تھی) پنجاب ہی کو اپنا وطن تصّور کر نے لگی تھی۔لاہور اس عہد میں مسلم ہندوستان کا مرکز بن گیا تھا۔

آلِ غزنی کی حکومت ہندوستان میں تقریباً پونے دو سو سال رہی۔اس عرصے میں مسلم اور ہندو اقوام کی یک جائی سے ایک نئی زبان کا پیدا ہوجانا ایک لازمی امر تھا۔ سرکاری ضروریات کی بنا پر شاہی عہدے داروں اور ملازمین کے لیے اس ملک کی زبان سے واقف ہونا ضروری تھا۔چوں کہ لاہور ہند کا دارالسلطنت تھااس لیے اس خطے کی زبان کو اُس عہد کی حکومت نے ترجیح دی۔

سلطان معزالدین محمد بن سام نے ۵۸۵ھ میں لاہور فتح کیا۔ بعدازاں دہلی اجمیراور میرٹھ پر قبضہ کر لیا۔فتح دہلی کے بعد اس نے پایہ تخت لاہور سے دہلی منتقل کر لیا جس کی وجہ سے لاکھوں لوگ لاہور سے ہجرت کر کے دہلی اور اس کے گردونواح میں آباد ہوگئے۔تمام فوج اور اہلِ دیوان مع ان کے متعلقین اور قبائل ہجرت کر کے چلے آئے۔انہی ایام میں ملتانی بھی دہلی آ کر آباد ہوئے۔ یہ تجارت پیشہ اور صاحب ثروت لوگ تھے۔جب مُعزالدین اور اس کے والی قطب الدین ایبک نے چند سالوں کے عرصے میں اجمیر، ہانسی، سرستی، کہرام، میرٹھ، دہلی، بدایون، قنوج، بنارس، مہروالہ،کالنجر،گوالیر،اودھ اور مالوہ فتح کر لیے تو انھیں ان علاقوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کرنا پڑیں۔جس کے لیے کافی تعداد میں لوگوں کی ضرورت پڑی، کیونکہ ان شہروں کے اطراف ہندو راجاؤں کی بستیاں آباد تھیں۔ اور ان راجاؤں کی دشمنی فطرتاً مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ان ایام میں شمال سے لوگ ان علاقوں میں چلے گئے۔قطب الدین ایبک کے ساتھ جو لوگ ہجرت کر کے دہلی آگئے ان میں اگرچہ ترک، خلجی اور افغان بھی تھے لیکن زیادہ تعداد پنجابیوں کی تھی، جو زندگی کے اکثر شعبوں پر چھپائے ہوئے تھے۔ظاہر ہے اس اختلاطِ اقوام کے نتیجے میں ایک نئی زبان نے جنم لیا، جسے مسلمان اور ہندو دونوں قومیں سمجھ سکیں۔اس زبان کا پنجابی زبان کے مشابہ ہونا بھی لازمی ہے اس لیے کہ پنجابی مسلمان ان مخلوط اقوام کاایک بھاری گروہ تھا۔۷۲۰ء میں غیاث الدین تغلق تختِ دہلی پر بیٹھا، جو کہ دہلی میں پنجابیوں کا لشکر لے کر داخل ہوا تھا۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ ان پنجابیوں نے دہلی کی زبان اور ثقافت پر گہرا اثر ڈالا ہوگا۔ خلجیوں نے دکن سب سے پہلے آباد کیا اور اردو مسلمانی فتوحات کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ محمد تغلق نے دہلی کی زبان کو دولت آباد پہنچایا۔اس نے ۷۲۸ھ میں یہ حکم دیا کہ دہلی اور اس کے گردونواح میں چار میل کے اندر واقع تمام باشندے دولت آباد کوچ

کریں۔ اس حکم پر سختی سے عمل کرایا گیا۔ لوگ اپنی زمینیں، جائیدادیں اور آباد گھر چھوڑ کر شاہی حکم کی تعمیل میں دکن روانہ ہوئے اور وہاں آباد ہوئے۔ چند سال بعد رعیت کو حیدر آباد دکن رہنے، نہ رہنے کا اختیار ملا تو صاحبِ ثروت واپس چلے گئے، لیکن اکثر لوگ وہیں رہے۔ اس طرح دہلی کی زبان دکن پہنچ گئی۔ ان تاریخی واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیاسی نقطۂ نظر سے پنجاب کا اثر دہلی پر ہر عہد میں نمایاں رہا ہے۔ کیوں کہ سیاسی واقعات کا اثر زبان پر بہت گہرا ہوتا ہے اس لیے جب ہم اردو اور پنجابی زبانوں کی صرف ونحو، ان کے قواعد اور عام ہیت کا مقابلہ کرتے ہیں تو یہ اثر قدم قدم پر محسوس ہوتا ہے، اور دونوں زبانوں کی مماثلت کا رازِ صریح طور پر واضح ہوتا ہے۔ پنجاب میں اردو زبان کے ارتقاء کے بارے میں محققین کی ایک جماعت اس بات کی علم بردار ہے کہ مسلمان فاتحین جب افغانستان کے راستے ہندوستان آئے تو ان کا پہلا پڑاؤ پنجاب تھا۔ یہاں وہ دو سو سال حکمران رہے اور غیر ملکی زبانوں کا پنجابی زبان سے انضمام و ملاپ یہیں پر ہوا۔ یہیں سے اس زبان نے وسطی ہند اور جنوبی ہند کا سفر کیا۔ یہ زبان دکن، گجرات حتیٰ کہ مشرقی بنگال تک پھیل گئی اور مسلمانوں کی پسندیدہ زبان بن گئی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہاتھوں اردو زبان کو فروغ ضرور ملا لیکن اس زبا ن میں پہلی ادبی تصنیف کب ہوئی، اس پر لاعلمی کے تہ در تہ پردے پڑے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے یہ معاملہ ہنوز تحقیق طلب ہے۔ شمالی ہند میں بھی مسلمانوں نے اردو زبان کی ترقی و اشاعت میں بھر پور حصہ لیا۔ صوفیائے کرام نے اس نئی زبان میں رشدو ہدایت کی مجالس منعقد کیں، اس زبان کو دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ شیخ ابو تراب (متوفی ۷۸۷ء) کا حلقۂ اثر سندھ اور پنجاب میں پھیلا ہوا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مقامی زبانوں میں ہی لوگوں سے گفتگو اور

دعوت و تبلیغ کرتے ہوں گے جس سے اردو کی ابتدائی صورت ابھری ہو گی۔شیخ اسماعیل لاہوری (متوفی ۱۰۵۶ء) جو کہ اعلیٰ پائے کے عالم اور بزرگ تھے ان کی مجالس اور وعظ سے ہزاروں لوگ فائدہ اٹھا تے تھے۔بے شمار لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔اسی دوران حضرت علی ہجویریؒ لاہور تشریف لائے او ر لاہور کو دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا۔وہ اگرچہ فارسی النسل تھے لیکن لوگوں سے اہلِ لاہور کی زبان میں خطاب و وعظ فرمایا۔اس دور میں فارسی شعراء بکثرت ہندی الفاظ استعمال کرتے تھے۔اس حقیقت کے پیش نظر یہ ممکن نظر نہیں آتا کہ صوفیائے کرام نے عوام سے خطاب کرنے کے لیے مقامی زبان کو نظر اندا زکیاہو۔ محققین،مسعود سعد سلمان کو ہندی کا سب سے پہلا شاعر قرار دیتے ہیں۔ان کی وفات ۱۱۲۱ء میں ہوئی۔سید سلمان کا ہندوی دیوان دست یاب نہیں ہے۔اگر وہ دستیاب ہو جاتا تو اردو زبان و ادب کے ابتدائی دور کے متعلق بہت سے سوالات کے جوابات مل جاتے، بہت سی گھتیاں سلجھ جاتیں۔مسعود سلمان کے بعد تقریباً چار سو سال بعد تک صوفیاء ہندی زبان میں شاعری کر تے رہے، اور اس طرح اس زبان کو فروغ ملتا رہا۔صوفیاء کی برکت سے یہ زبان گلی گلی نگر نگر پہنچی اور عوام نے اسے اپنایا۔صوفیائے کرام نے بڑی کامیابی کے ساتھ مقامی الفاظ و محاورات کو اپنے کلام میں برتا، جس سے زبان میں وسعت پیدا ہوتی گئی۔

امیر خسرو بنیادی طور پر فارسی کے عالم اور شاعر تھے لیکن انھوں نے ہندی زبان میں بھی شاعری کی ہے۔ان کی شاعری تین طرح کی ہے:

۱۔ایک مصرعہ فارسی دوسرا اردو

۲۔آدھا مصرعہ فارسی دوسرا اردو

۳۔دونوں مصرعے اردو

بہت سی پہیلیاں، کہہ مکرنیاں ان کی طرف منسوب ہیں۔امیر خسرو کا عہد(۱۲۵۳ء تا ۱۳۲۵ء) ہے۔امیر حسن، حسن دہلوی، (متوفی ۱۳۳۷ء) امیرخسرو کے ہم عصر تھے۔انھیں مولانا عبدالرحمن جامی نے "سعدیٔ ہندوستان" قراردیا تھا۔وہ فارسی کے نہایت پُرگو اور بے مثل شاعر تھے۔حسن دہلوی نے بھی شاعری میں امیر خسرو کا طریقہ اختیار کیا، یعنی ہندی اور فارسی کو ملا کر لکھا۔مغل فرمانروا ظہیر الدین بابر نے برصغیر پر حملہ کیا اور ۱۵۲۵ء سے ۱۵۲۹ء کے عرصے میں اس نے ابراھیم لودھی اور رانا سانگا کو شکست دے کر ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیا د رکھی۔ اس نے برصغیر کے مسلمانوں کو وہ تہذیبی برکات مہیا کیں جو آج بھی ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔محمد افضل (متوفی ۱۶۲۵ء) نے ایک منظوم فسانہ لکھا جس کا نام "بکٹ کہانی" رکھا۔یہ فسانہ بارہ ماہ کی روایت میں لکھا گیا۔شاعر نے اس نظم کو ایک عورت کی زبانی روایت کیا ہے۔بالفاظ دیگر عورت اپنے جذبات کو مختلف موسموں کی مناسبت سے بارہ ماہ کی ترتیب سے بیان کرتی ہے۔افضل کی زبان دکنی اردو کی نسبت زیادہ صاف اور لطیف ہے۔

سُنو سکھیو بکٹ میر ی کہانی = پھٹی ہوں عشق کے غم سُوں نمانی
چہ سازم چوں کنم کس کن پکاروں = جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں
پیالہ حسن کی مے کا پلایا = کیا بے خود مجھے مجھ سوں پھولایا
ملن پاچھی بچھرنا بھی کھتن ہے = کہو اب زندگی کا کیا جتن ہے (۱۰)

یہ نظم بہت مقبول عام ہوئی اور اسے شمالی ہند کے اس دور کی اہم ترین تصنیف قراردیا گیا۔

ولیؔ نے امیر خسرو کے ریختہ کے اندازمیں غزل لکھی یہ اندا ز اُس دور میں شمال ہند میں بہت مقبول ہوا۔

چہ دل داری دریں دنیا کہ دنیا سے چلانا ہے

چہ دل بندی دریں عالم کہ سر پر چھوڑ جانا ہے

شاہ جہان کے دور (۱۶۲۷ء__ ۱۶۵۷ء) میں اردو زبان اتنی اہمیت اختیار کر گئی تھی کہ صرف فارسی کے ذریعے حکومت چلانا ممکن نہ رہا تو شاہ جہان نے سرکاری ملازمین کو اس زبان سے واقف ہونے کا حکم دیا اور اسے حصولِ ملازمت کے لیے شرط قراردیا۔خودشاہ جہان بھی اس زبان کو نہ صرف سمجھتا تھا بلکہ اس میں گفتگو بھی کر لیتا تھا۔میر عبدالواسع ہانسوی اورنگ زیب عالمگیر کے دور کے ایک نامور معلم اور زبان دان تھے۔ آپ نے افادۂ عام کے لیے کئی کتب لکھیں جن میں رسالہ عبدالواسع، شرحِ بوستان، شرحِ زلیخا اور صمدباری ان کی معروف کتب ہیں۔غرائب ا للغات میں انھوں نے ایسے اردوالفاظ کے معانی لکھے ہیں جو کہ فارسی لغات میں دستیاب نہیں ہیں۔ غرائب ا للغات پہلی اردولغت ہے اور ظاہر ہے کہ لُغت کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب زبان ادبی و علمی سطح پر استعمال ہوتی ہو۔کسی بھی زبان کا مزاج جاننے کے لیے اس زبان کے الفاظ کا مزاج اور ثقافتی پس منظر دیکھا جاتا ہے۔جیسے گو سفند کا لفظ ایسی تہذیب کی طرف اشارہ کرتاہے، جس میں گائے کو مقدّس سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ان علامتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جو اپنا ثقافتی،تاریخی اور مذہبی پس منظر رکھتی ہیں۔زبان کا اندازِ اظہار بھی زبان کا مزاج سمجھنے میں معاون ثابت ہوتاہے۔جیسے الحمداللہ، سبحان اللہ، ماشاء اللہ کا استعمال بتاتا ہے کہ یہ جملے کہنے والا مسلمان شخص ہے۔اسی طرح ادب کے تجزیے سے اس کے اندر چھپے ہوئے افکار کامطالعہ کیا جاتا ہے اور فکری ما خذ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔اس میں اب کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ اردو زبان مسلمانوں کے زیر اثر پیدا ہوئی، پروان چڑھی اور اس میں فصاحت وبلاغت پیدا ہوئی، کیونکہ اردو زبان و ادب پر اسلامی اثرات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔اس زبان کا جائزہ لینے سے یہ بات با آسانی معلوم ہو سکتی ہے کہ اردو زبان کے بے شمار

الفاظ عربی، فارسی یا دونوں زبانوں سے مل کر بنتے ہیں۔ اردو زبان میں مستعمل عربی الفاظ کی مختلف سطحیں ہیں۔

☆ قرآن مجید کے بے شمارالفاظ اور تراکیب بعینہٖ اردو زبان کا حصہ بن چکے ہیں جیسے صُم '' بکم ''، سکینہ، سکر جلال، جمال، انفاق، انعام، برأۃ، الحمداللہ، علم الیقین، حق الیقین وغیرہ۔

☆ قرآنی الفاظ سے متاثرہ الفاظ و تراکیب جیسے تقدیر، نعوذ باللہ، نارِ جہنم، باغِ بہشت وغیرہ۔

☆ قرآنی الفاظ و محاورات کے تراجم جو اردو زبان میں شامل ہوگئے ہیں جیسے دلوں پر مہر، آنکھوں پر پردہ، عقل کا اندھا، عہد توڑنا، کانوں میں انگلیاں دینا، قطع کرنا، خون بہانا، پسِ پشت ڈالنا، رعایت کرنا، نظر رکھنا، منہ کرنا، منہ پھیرنا، رنگ چڑھانا، عذاب مول لینا، ہلاکت میں ڈالنا،پانی پھیرنا، رُو سیاہ ہونا، انگلیاں کاٹنا، سر پر کھڑا ہونا، قدم بہ قدم چلنا وغیرہ۔

☆ بہت سے محاورات اگرچہ منفی انداز رکھتے ہیں لیکن قرآن سے ان کا متاثر ہونا صاف نظر آتا ہے جیسے آنتوں کا قل ھواللہ پڑھنا،صلواتیں سنانا وغیرہ۔

☆ بہت سے الفاظ علم اصولِ حدیث سے لیے گئے ہیں جیسے قیل و قال، ضعیف راوی، حدیثِ صحیح، حدیثِ ضعیف، حدیث متواتر، درایت، روایت، حدیث وغیرہ۔

☆ بہت سے الفاظ علم فقہ سے اردو میں آئے مثلاً وضو، غسل، حدود، دیت وغیرہ۔

☆ تصوف سے بہت الفاظ اردو میں منتقل کیے گئے اور وہ اردو زبان کا حصہ بن گئے جیسے اجوال ومقام، قبض و بسط، وجد، غلبۂ حال، غیب و شہود، عارف، سالک، ابدال، غوث، قطب، ولی، الہام،کشف، لطائف، سماع وغیرہ۔

☆ علمِ کلام سے کئی الفاظ اردو کاحصہ بنے ہیں جیسے جنت، دوزخ، معراج، شق الصدر، شق القمر، پل صراط، کعبہ، زمزم، ملائکہ، قیامت، حشر، محشر، معتزلہ، قدریہ، شفاعت، قدر وغیرہ۔

اردو زبان کے پیرایہ اظہار کا مطالعہ کیا جائے تو اس کے انداز بیاں میں خالص اسلامی ذہن کارفرما نظر آتا ہے۔جیسے موت کے حوالے سے مرحوم ومغفور،الحمداللہ، نعوذباللہ، لاحول ولاقوۃ الا بااللہ العلی العظیم، رب ذوالجلال، رسول مقبولؐ کے الفاظ اسلامی عقائد و افکار کی طرف دلالت کرتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں صراطِ مستقیم کا تصور ہے۔اس سے اردو ادب میں سفر کا استعارہ آیا ہے۔ ہماری اردو داستانوں کے درویش سفر کرتے ہیں۔ ملک ملک، بستی بستی کی خاک چھانتے ہیں۔میر امن کا قصۂ چہار درویش، تحسینؔ کا نوطرزِ مرصع، حید ربخش حیدری کی توتا کہانی، آرائشِ محفل، سرورؔ کی فسانۂ عجائب۔اسی طرح طلسمِ ہو شُربا، بوستانِ خیال اور مذہب عشق وغیرہ میں بھی صراطِ مستقیم کی دریافت کی عملی صورتیں ہیں۔ان تمام قصوں میں خیر کی قوتیں درویشوں کی معاون ہیں، جب کہ شَر کی قوتیں انھیں گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروفِ کار ہیں۔

نثری تراجمِ قرآن مجید اور تفاسیر لکھنے میں علما کا نمایاں کردار ہے۔ان اردو تراجم اور تفاسیر سے اردو زبان کو وسعت ملی۔ یہاں ہم چند اہم اسماء گرامی درج کرتے ہیں، جب کہ تفصیل متعلقہ باب میں بیان ہو گی۔

- پیر محمد کرم شاہ الازہری •حافظ عبدالرشید
- حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی •حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی
- شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی •شیخ محمد حسین نجفی
- علامہ شیخ محسن علی نجفی •مولانا ابو الاعلی موڈُودی
- مولانا احمدرضا خان بریلوی •مولانا احمدسعید دہلوی
- مولانا احمد علی لاہوری •مولانا احمد یار نعیمی گجراتی،

- مولانا اشرف علی تھانوی •مولانا امین حسن اصلاحی
- مولانا ثناء اللہ امرتسری •مولانا زاہد الراشدی
- مولانا سرفراز نعیمی •مولانا سید صفدر حسین نجفی
- مولانا شبیر احمد بخاری •مولانا عبدالرحمن کیلانی
- مولانا غلام اللہ خان •مولانا غلام رسول سعیدی
- مولانا صوفی عبدالحمید سواتی •مولانا طالب حسین کرپالوی
- مولانا محمد تقی عثمانی •میاں محمد جمیل
- مولانا محمد عطاء اللہ حنیف •مولانا محمد نوراللہ نعیمی محدث بصیر پوری
- مولانا فتح محمد جالندھری •مولانا مفتی محمد شفیع
- مولانا نعیم الدین •مولانا عبدالماجد دریا بادی

علمائے کرام نے تراجمِ قرآن اور تفاسیر قرآن مجید کی طرح احادیث مبارکہ کے تراجم و شروح، منتخب ابواب کی شروح، چہل احادیث کے مجموعے اور ایک ایک عنوان پر مجموعۂ احادیث کے بے شمار پہلوؤں پر اردو زبان میں کام کیا۔چند اہم علمائے کرام کی فہرست ذیل میں درج ہے:

- ڈاکٹر علامہ طاہرالقادری •شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم اللہ خان
- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا •شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد
- شیخ محمد حسنین نجفی •علامہ احسان الہی ظہیر
- علامہ شبیر احمد عثمانی •غلام احمد حریدی
- مولانا ابواعلی مودودی •مولانا اشرف علی تھانوی
- مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی •مولانا بدر عالم میرٹھی

- مولانا حسین احمد مدنی •مولانا سید صفدر حسین نجفی
- مولانا صوفی محمد سرور •مولانا طالب حسین کر پالوی
- مولانا عبدالشکور ترمذی •مولانا غلام رسول سعیدی
- مولانا مفتی محمد تقی عثمانی •مولانا قاضی شمس الدین
- مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی •مولانا محمد ادریس کا ندھلوی
- مولانا محمد مالک کا ندھلوی •مولانا محمود الحسن دیو بندی
- مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

سیرت النبیؐ پر علمائے کرام اور محققین حضرات نے اردو زبان میں ایک وسیع ذخیرہ چھوڑا ہے۔ اردو میں سیرت کی کتب میں جہاں نادر، بیش قیمت اور بہت مفید باتوں کا علم ہوتاہے وہاں زبانِ اردو کی وسعت، معیار اور مرتبے کا اظہار بھی ملتا ہے۔سیرت نگاروں کی فہرست بہت لمبی ہے صرف چند سیرت نگاروں کا اجمالی ذکر کرتے ہیں:

سیرتِ قرآنیہ پروفیسر محمد اجمل خان

ضیاء النبیؐ (آٹھ جلود) پیر محمد کرم شاہ الازھری

انسانِ کاملؐ ڈاکٹر خالد علوی

سیرت النبیؐ(نو جلود) ڈاکٹر طاہرالقادری

سیرت النبیؐ(سات جلود) علامہ شبلی نعمانی۔سید سلیما ن ندوی

رسول کریمؐ کی جنگی سکیم عبدالباری ایم اے

رحمتہ اللعالمینؐ (تین جلود) قاضی سلیمان منصور پوری

رسولؐ نمبر(تیرہ جلود) ماہنامہ نقوش

رسولِ رحمتﷺ — مولانا ابوالکلام آزاد

سیرتِ النبیﷺ (تیس جلود) — مولانا طالب حسین کر پالوی

آفتابِ نبوت — مولانا قاری محمد طیب

سیرت مصطفیﷺ (تین جلود) — مولانا محمد ادریس کاندھلوی

النبیﷺ الخاتم — مولانا مناظر احسن گیلانی

رسولِ عربیﷺ — مولانا نور بخش توکلی

محسنِﷺ انسانیت — نعیم صدیقی

اس موضوع پر کتب کی ایک طویل فہرست ہے جس کا یہاں مکمل احاطہ دشوار ہے۔اس مختصر سی فہرست سے اندازہ لگا یا جا سکتا ہے کہ اردو زبان کا دامن کتنے موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔

اسلامی مسائل اور فتاوٰی پر درج ذیل حضرات نے اُردو زبان میں بے مثل تحقیقی کام کیا ہے:

- مفتی عبدالرحمن رحمانی
- مفتی غلام سرور
- مفتی عبیداللہ عفیف
- مفتی محمد خان قادری
- مولانا احمد رضا خان بریلوی
- مولانا اشرف علی تھانوی
- مولانا بشیر احمد نجفی
- مولانا رشید احمد گنگوہی
- مولانا سید امیر علی
- مولانا عبدالشکور لکھنوی
- مولانا ظفر احمد عثمانی
- مولانا علامہ غلام رضاء نجفی
- مولانا محمد اسماعیل سلفی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا محمد حنیف ندوی
- مولانا محمد شفاء نجفی
- مولانا مفتی خیر محمد جالندھری
- مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی

- مولانا مفتی رفیع عثمانی •مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی
- مولانا مفتی محمد شفیع •مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
- مولانا مفتی عزیزالرحمن عثمانی •مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی
- مولانا مفتی محمد نوراللہ نعیمی •مولانا مفتی نظام الدین
- مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی

سوانح نگاری اور خاکہ نگاری اردو زبان کی ایک مستقل صِنف ہے۔بعض حضرات نے خود نوشت لکھ کر اردو زبان و ادب کو مالا مال کیا ہے۔اس صِنف میں کام کرنے والے اردو کے چند اہم سوانح نگاروں کا ذکر ہے:

- اسمعیل میرٹھی •سید سلیمان ندوی
- محمد دِین فوق •مولاناابوالکلام آزاد
- مولانااشرف علی تھانوی •مولانا الطاف حسین حالی
- مولاناجعفر تھانسیری •مولاناحسین احمد مدنی
- مولانا خلیل احمد سہارن پوری •مولانا سعید احمد چنیوٹی
- مولانامحمد اکبر شاہ بخاری •مولاناسید عبدالحئ
- مولانامحمد زکریا کاندھلوی •مولاناماہر القادری
- مولانامفتی محمد شفیع •نعیم صدیقی

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد حسین آزاد۔"آبِ حیات"(مرتبہ۔ڈاکٹر تبسم کاشمیری) ص۴،سنگِ میل پبلیکیشنز،لاہور، ۱۹۷۰ء

۲۔ حافظ محمود شیرانی، "پنجاب میں اردو" ص۷۶،مکتبہ معین الادب، لاہور،۱۹۴۹ء

۳۔ محی الدین قادری زورؔ، "ہندوستانی لسانیات"ص۱۱۴، مکتبہ معین الادب،لاہور، ۱۹۶۱ء

۴۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ”تاریخ ادب اردو، جلد اول“ص۳، مجلسِ ترقی ادب، لاہور، ۵۷۹۱ء

۵۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان، ”مقدمہ تاریخ زبان اردو“ص۹، آزاد کتاب گھر، دہلی، ۴۵۹۱ء

۶۔ ڈاکٹر سہیل بخاری، ”اردو کا روپ“ص۰۸، آزاد بکڈپو، سرگودہا، ۱۷۹۱ء

۷۔ مقالاتِ شیرانی، ص۵۵، جلد اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۶۶۹۱ء

۸۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ”ادب و لسانیات“ص ۴۰۲، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، ۰۷۹۱ء

۹۔ خطباتِ عبدالحق، ص۶۷، (مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی)، کانجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۵۹۱ء

۱۰۔ اردو ادب کی مختصر تاریخ، ڈاکٹر انوسدید، ص۷۸، لاہور، عزیز بکڈپو، لاہور، ۸۹۹۱ء